

موسلے سے برلن میں تک!

نیوزی لینڈ میں ہونے والے دھنگر دی کے متعلق بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور آنے والے دنوں میں اس اندوہ تک واقع پر درجنوں کالم اور اداریے قلم بند کیے جائیں گے۔ دنیا بھر میں اس کی بھرپور نہادت کی جادہ ہی ہے۔ مگر چند ہفتوں بعد یہ سب کچھ فراموش ہو جائے گا لیکن جن مسلم خاندانوں کے چراغ بجھ گئے، وہ مسلسل نوح گر رہیں گے۔ شائد پوری عمر۔ شائد ہر پل اور ہر لمحہ۔

برلن میں ٹارنٹ (Brneton Tarrant) جس نے یہ قتل عام برپا کیا، کسی رعایت کا محتاج نہیں۔ انچاں زندگیوں کو نسلی تعصباً کی نیاز پر ختم کر دینا بھائی دردناک سانحہ ہے۔ اسے قرار واقعی سزا ضرور ملے گی، ہر قیمت پر ملے گی۔ نیوزی لینڈ کی مقامی عدالت میں کڑی نگرانی میں ٹارنٹ کو پیش بھی کر دیا گیا ہے۔ عدالت میں اس نے اپنی آنکھوں اور چہرے سے ایک خاص اشارہ کیا ہے جو سفید فام شدت پسند تنظیموں کے لئے تھا۔ مطلب یہ کہ وہ مطمئن ہے اور اپنا مشن مکمل کر لیا ہے۔ یہ حد درجہ خوفناک بات ہے۔ قرآن کے مطابق ٹارنٹ ایک مخصوص سوچ کی نما سخنگی کرتا ہے جس میں مسلمانوں کی مغربی دنیا میں امیگریشن کو مجرمانہ فعل بنانے کا پیش کیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ ٹارنٹ نیوزی لینڈ کی عدالتوں کے ہاتھوں کیفر کردار ملک پہنچ گا۔ یعنی عمر قید۔ وہاں سزاۓ موت کافی عرصہ سے ختم کی جا سکتی ہے۔ ابھائی اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ ٹارنٹ نے سب کچھ کیوں کیا؟ اسکے ذہن میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کیسے ڈالی گئی؟ کیا یہ صرف انفرادی فعل ہے یا مغرب میں سفید فام دھنگر دی کی آبھرتی ہوئی لہر کا شاخہ ہے۔ طابعمن کے طور پر نیادی سوال کو سمجھے بغیر اس واقعہ کا تجزیہ کرنا ممکن ہے۔ ٹارنٹ کی ذہنی تبدیلی پر حد درجہ کم تحقیق کی گئی ہے۔ کیسے ایک امن پسند معاشرے کا اٹھائیں سالہ عام نوجوان حیواناتی، ورنگری اور جنون کی خطرناک راہ پر چل پڑا۔ یہ حد درجہ اہم سوال ہے۔ اسی سے اندازہ ہو گا کہ یورپ اور مغربی ممالک میں فکری تبدیلی کیسے اور کیوں کر آئی ہے اور یہ تکلیف وہ سفر مسلسل جدی ہے۔

وکٹوریہ وارڈ نے برلن میں ٹارنٹ پر فکر انگیز کالم تحریر کیا ہے۔ آغاز، میں شہرے بالوں والا ابھائی معصوم بچ اپنے والد کی گود میں بیٹھا ہوا ہے۔ دوڑھائی سال کی عمر کا بچہ برلن میں ہے اور یہ عام سی گھر بیلو تصویر ہے۔ برلن میں اپنی تعلیم مکمل نہ کر پایا کیونکہ اسے پڑھنے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ خاندان متوسط درجہ کی زندگی گزار رہا تھا۔ ایک جمنزیم میں بطور ٹریز بھی کام کرتا رہا۔ وہاں اسکی شہرت ایک مدد کرنے والے انسان کی تھی، جمنزیم میں آئے ہوئے لوگوں کو ورزش کرنا اس کی روشنی کی تھی۔ کوئی بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ برلن میں کے ذہن میں کس طرح کے خیالات موجود ہیں۔ کن شخصیات اور نظریات سے وہ متاثر ہو رہا ہے اور آنے والے وقت میں وہ نیوزی لینڈ کی تاریخ میں سب سے بڑا مجرم قرار دیا جائے گا۔ والدہ اسے پیار سے برینتو (Brento) کہتی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد، نوجوان دنیا کی سیاحت کی طرف مائل ہو گیا۔ یورپ، جلپان، ہندوستان اور شمالی کوریا میں شوق پورا کر تدابہ۔ بر نیپو پاکستان بھی بطور سیاح آیا۔ ہنڑہ کے پہاڑی سلسلوں نے اسے محور کر دیا۔ پچھلے برس اس نے ہمارے ملک کے متعلق کہا۔ ”پاکستان کے لوگ پوری دنیا میں سب سے زیادہ سہماں نواز اور خوش اخلاق ہیں۔ ہنڑہ اور گمرکی وادیوں کے قدرتی حسن کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔“

بر نیپو سفاک ہی نہیں بلکہ خاصا شاطر بھی ہے۔ اس نے اپنے خیالات میں تبدیلی کے لیے بڑا انسانیت نواز سہارا ڈھونڈا ہے۔ اس تبدیلی میں پہلا کردار ایک سویڈش بچی ایبا اکر لینڈ (Ebba Akerlund) کو دیا ہے۔ گیارہ سالہ یہ بچی پیدائشی طور پر قوت ساعت سے محروم تھی۔ 2017ء میں ایک مسلمان ازبک کو سویڈن سے نکالے جانے کا عدالتی حکم صادر ہوا۔ رحمت اکیلو نے ایک ٹرک چوری کیا اور شاک ہوم میں ایک ہجوم پر ٹرک چڑھا دیا۔

مرنے والوں میں گیارہ سالہ معصوم بچی ایبا بھی تھی۔ ایساں نہیں سکتی تھی، اس لیے وہ ہجوم کے شوچانے کے باوجود بھاگنے میں ناکام رہی اور ٹرک کے میچے آکر پکلی گئی۔ برلن میں نے اپنی بندوق پر لکھا ہوا تھا کہ یہ سب کچھ ایسا کے انتقام میں کر رہا ہے۔ ایسا کے والد اور والدہ نے برلن میں کے اس بیان پر تقدیم کی ہے اور کہا ہے کہ اس نے معصوم بچی کا نام اپنے انتقام کیلئے حد درجہ غلط استعمال کیا ہے۔ بہر حال برلن میں نے انٹر نیٹ پر جو تحریری آئیں پوسٹ کیا ہے، اس میں ایسا کا نام کافی بدراستی کیا ہے۔ حقیقت بھی ہے کہ واردات کا جواز ہی مکمل طور پر بے نہیاں سٹھ پر تھا۔ بقول ایسا کے والدین کے، وہ مکمل طور پر جھوٹ بول رہا ہے۔ ویسے بھی ہو شاید وہ شت گرد کوئی نہ کوئی ایسا جواز تلاش کرتا ہے جو لوگوں کو اپیل کرے۔

دوسرے حوالہ حد درجہ اہم ہے۔ یہ اسولڈ موسلے (Oswald Mosley) کی فکر سے متاثر ہونے کی جانب گھمیزی اشارہ ہے۔ ناؤے نیصد لوگوں کو علم نہیں ہو گا کہ اسولڈ موسلے کون تھا اور اسکے نظریات کتنے اونٹی تھے۔ خود مجھے بھی موسلے کا نام تک معلوم نہیں تھا۔ برلن میں کے متعلق پڑھتے ہوئے معلوم ہوا کہ فکری طور پر موسلے کا شاگرد تھا۔ موسلے انہیوں صدی میں برطانیہ کا ایک سیاستدان تھا۔ نیادی طور پر وہ فاشت تھا۔ برطانوی فوج میں کام کرنے کے بعد سیاست میں آگیا۔ میسو لینی اس کا آئینہ ملک تھا۔ 1920ء میں موسلے برطانوی پارلیمنٹ کا ممبر بن گیا۔ موسلے بر سر عام جمہوری نظام کی تفہیک کرتا تھا۔ اس نے ”برطانیہ فاشت پارٹی“ بنائی۔ اسکے بقول جمہوریت ایک غیر فطری نظام حکومت ہے۔ دنیا میں صرف اور صرف ڈائیٹریشپ کا جو درہ ہتنا چاہیے۔ موسلے نے برطانیہ میں پر تشدید مظاہروں کو فروغ دیا۔ 1940ء کی دہائی میں موسلے، برطانیہ میں امیگریشن کے سخت خلاف تھا۔ اس کی تحریک یہودیوں کے خلاف تھی۔ وہ یہودیوں کو برطانیہ سے نکالنا چاہتا تھا۔ برطانوی حکومت نے متعدد بار موسلے کو گرفتار کیا۔ اسکی سیاسی پارٹی کو کاحدم قرار دیا گیا۔ پورے یورپ کو ایک ملک یا ایک جغرافیائی خطہ بنانا چاہتا تھا۔ دیکھا جائے تو یورپ میں یونین کی اہم ایکی شکل اسکے انکار میں ملتی ہے۔ موسلے دہشت پسند روایت کی بدولت طویل عرصے تک اپنے گھر میں بھی نظر بند رہا۔ نیوزی لینڈ میں دھنگر دی کرنے والا برلن میں، اپنے آپکو موسلے کا شاگرد بتاتا ہے۔ موسلے کے انکار کو یورپ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں رانچ کرنا چاہتا ہے۔ اسکے نزدیک مغربی دنیا میں صرف اور صرف گورے ہوئے چاہیں۔ تاریخیں وطن بالخصوص مسلمانوں کا یورپ اور مغربی دنیا پر کوئی حق نہیں۔